(افکار) کے عنوان سے بھی ایک دو اشعار درج کر کے ان پر تاثرات درج کیے ہیں۔

Epilogue: اس کے بعد اختتامیہ درج ہے جو انگریزی میں ہے اور اس میں مرتب نے مختصر طور پر اپنے مطالعہ اور موضوع کو بیان کر دیا ہے۔

مجموعی جائزہ: یہ ایک نہایت خوب صورت اور دیدہ زیب کتاب ہے جو نہ صرف مولانا روم کی زندگی اور تعلیمات و شاعری کا احاطہ کرتی ہے اور ان کی عظمت کو اجاگر کرتی ہے بلکہ اس سے مرتب کی اس وابستگی کا اظہار بھی ہوتا ہے جو ان کو مولانا روم اور ان کی تعلیمات سے ہے۔ مولانا روم نے تمام انسانوں کو "روحِ ازل" کا جزو قرار دیا تھا اور ان میں محبت، ہمدردی اور وحدتِ حقیقت کے ادراک پر زور دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرتب اس پیغام اور مولانا روم کی شاعری سے بہت متاثر ہے اور ان کے اس پیغام کو دنیا بھر میں پھیلانا چاہتا ہے۔ اس میں وہ قرآن پاک، اقبال، دیگر صوفیا اور علما کی تعلیمات سے بھی راہنمائی حاصل کر کے "رومی" کی عظمت اور ان سے اپنی وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی کافی ٹیبل بک ہے جو رومی کو مقتدر اور متمول گھرانوں کے ڈرائنگ روم کی مرکزی میز تک لے آئی ہے۔ اس میں املا اور ترتیب کے کچھ تسامحات ہیں لیکن کتاب کی خوبصورتی اور مرتب کی لگن اور محبت میں ان کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی ہے۔

☆☆☆

کتاب:	بشنو (سن ذرا)
مرتب:	ڈاکٹر عزیز علی انجم
موضوع:	مولانا رومی اور مثنوی معنوی کا مختصر تعارف
پبلشر:	نیشنل یونیورسٹی آف میڈیکل سائنس راولپنڈی۔ پاکستان
سال اشاعت:	ندارد
قیمت:	2000 روپے
صفحات:	223
ٹائٹل ڈیزائن:	احسان الحق
Layout:	مجیب حیدر
چھپائی:	آغا جی پرنٹر اسلام آباد
تجزیہ نگار:	ڈاکٹر محمد خاں اشرف

☆......☆......☆

تذکرۂ ''چمن انداز''۔۔۔ایک مطالعہ

شمیم ظفر رانا

Shamim Zafar Rana

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

Tazkirah (Autobiographical Accounts, Memoir) is such a literary form which presents the autobiography of the poets as well as their poetry. It is the progressive form of Diary. The art of Tazkirah writing in Urdu was borrowed from Persian. Basically the art of Tazkirah writing was started in the reign of Mir Taqi Mir and Khawaja Mir Dard. To analyse the educational, literary, ethical and civilized atmosphere of any society in a better way, it is necessary to assess the conditions and thought patterns of half of its population (females). Historians and Tazkirah writers have written the autobiography and poetry of the male poets diligently but the female poetesses are almsot neglected or given partially importance. Some Tazkirah writers have given special coverage to these poetesses. Durga Parshad Nadir is such a writer who wrote "Chaman Andaaz" in which he assessed some poetesses.

''چمن انداز'' برصغیر کی اردو شاعرات کے سوانح اور منتخبات کلام پر مبنی تذکرہ ''چمن انداز'' دراصل ''تذکرۃ النساء نادری'' (مرات خیالی) کا ایک حصہ ہے۔ ''مرات خیالی'' اصل میں ''تذکرۃ النساء نادری'' کا تاریخی نام ہے کیونکہ ''مرات خیالی'' سے ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء برآمد ہوتے ہیں۔

''مرات خیالی'' دو حصوں پر مشتمل تذکرہ تھا۔ ایک حصہ ملقب بہ ''گلشن ناز'' اور دوسرا موسوم بہ ''چمن انداز'' تھا۔ ''گلشن ناز'' میں فارسی شاعرات کے سوانح اور منتخبات کلام اور ''چمن انداز'' میں اردو

شاعرات کے احوال اور نمونہ ہائے کلام پیش کیے گئے۔ ''مرات خیالی'' یا ''تذکرۃ النساء نادری'' (چمن انداز) کے سال تصنیف وطباعت کے بارے میں معلومات ہمیں اس کے دیباچے میں مؤلف کی اپنی تحریر سے ملتی ہیں:

> ''حمد و نعت کے بعد شعر و سخن کے مشتاقوں کو معلوم ہو کہ ۱۸۷۵ء موافق ۱۲۹۲ھ کو یہ تذکرۃ النساء نادری'' تیار ہوا تھا جس کا پہلا حصہ ملقب بہ ''گلشن ناز'' ایک سال بعد حلیۂ طبع سے آراستہ ہوا۔ اس کے دو برس بعد دوسرا حصہ بنام ''چمن انداز'' زیورِ طبع سے پیراستہ ہوا۔'' (۱)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ''چمن انداز'' ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق مطبع فوق کاشی دہلی سے چھپا:

> ''بعد ازاں دونوں حصے ۱۸۸۴ء میں اکمل المطابع دہلی سے اک ساتھ بعض اضافوں اور ضمیمے کے ساتھ شائع ہوئے۔ دونوں مطبوعہ نسخے کتب خانۂ خاص انجمن ترقی اردو میں محفوظ ہیں۔'' (۲)

''مرات خیالی'' اس دور میں تصنیف ہوا جب خواتین شاعرات کے بارے میں لکھنے اور مستقل تذکرۂ خواتین کا رجحان عام تھا۔ میرٹھ سے تعلق رکھنے والے حکیم فصیح الدین رنج کا ''بہارستان ناز'' اسی سلسلہ کی اولین کڑی تھا۔ اس کی اشاعت اول ۱۸۶۴ء اور اشاعتِ دوم ۱۸۶۹ء میں منظرِ عام پر آ کر سندِ مقبولیت حاصل کر چکی تھیں۔ اس کے بعد ۱۸۸۲ء میں عبدالحئ صفا کا ''شمیم سخن'' شائع ہوا۔

''چمن انداز'' میں ۱۴۴ شاعرات کا تذکرہ ہے اور یہ ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں تمہید اور آخری صفحے پر مصنف کی تحریر کردہ مناجات شائع کی گئی ہے جس میں تذکرے کے مقبولِ عام ہونے کی دعا مانگی گئی ہے۔

ازاں بعد ۱۸۸۴ء میں یہ مع ''گلشن ناز'' ضمیمہ و تکملہ کے ساتھ اکمل المطابع دہلی سے شائع ہوا تو اس میں باون (۵۲) مزید شاعرات کو شامل کر کے تعداد ۱۹۶ تک بڑھا دی گئی۔ ان شاعرات میں ادا، امیر، اہل، بدلا، پری، پکھراج، پیاری، پیاری، جعفری، جہان، چترا، چندر، سکھی، حجاب، حرمت، حسین، حنا، حور، حیا، حیدری، خورشید، رحیمن، زیب، سونا، شتاب، شوخ، شیریں، صنم، ضیا، ضیا، قائل، گوہر، گوہر، مخفی، مخمور، فریب، مستور، مطلوب، معشوق، ملکہ، لہک، ناز، ناز، ناز، نازاں، نازنین، نصیبن، نظیر، نقاب، وزیر، ولایتو اور ہنر شامل ہیں۔

''مرات خیالی'' (چمن انداز) میں شاعرات کا تعارف بہت مختصر پیش کیا گیا ہے۔ نمونۂ کلام بھی بہت سی شاعرات کا ایک دو اشعار تک ہی محدود ہے۔ اس اختصار کی وجہ وہ تمہید میں یوں بتاتے ہیں:

> ''بندے نے بخوفِ طوالت شاعروں کا حال نہایت اختصار سے لکھا ہے۔ پہلے

مسودہ بہت طویل تھا۔ اس کو فضول سمجھ کر چھوڑ دیا۔'' (۳)

''چمن انداز'' میں شاعرات کا ذکر بلحاظ حروفِ تہجی ہے۔ پہلا تذکرہ آرائش اور آخری شاعرہ یاسمین مذکور ہیں۔۱۸۸۴ء کے ایڈیشن میں ''چمن انداز'' کے ساتھ جو ضمیمہ شامل کیا گیا ہے اس میں پہلے ادا تخلص رکھنے والی شاعرہ اور آخر میں ہنر نامی خاتون کا تذکرہ ہے۔ بطور نمونہ آرائش کا تعارف پیش ہے:

''آرائش تخلص کی کوئی مجہول الاسم کسی بازار دہلی کی زیبائش بڑھاتی تھی۔ اب کسی کے گھر کی نمائش کر رہی ہے۔ اس نے یہ شعر اپنے حسبِ حال لکھا ہے:

جوانی میں بھلی معلوم ہوتی تھی یہ آرائش
بڑھاپے میں تو مہندی مِسی کی ہے خاک زیبائش'' (۴)

''چمن انداز'' کی دونوں اشاعتوں کی تمہید کے آغاز میں مصنف نے چین کی ایک تصنیف 'توشن' کا تعارف کروایا ہے۔ اس کتاب کا تعلق تعلیمِ نسواں سے ہے۔ اس کے حوالے سے نادر نے ہندوستانیوں کو عورتوں کی تعلیم کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی حوالے سے شاعرات کے تذکرے کا جواز پیش کیا ہے۔

۱۸۸۴ء میں ''گلشنِ ناز'' اور ''چمن انداز'' کی یکجا اشاعت میں حصہ ''چمن انداز'' میں ایک ضمیمہ اور ''بہارستانِ ناز'' کے مصنف حکیم فصیح الدین رنج کے نام سوا آٹھ صفحات کا طویل خط، جسے درگا پرشاد نے ''عریضہ'' کا عنوان دیا ہے، شامل کیا ہے۔ جس میں دونوں تذکرہ نگاروں کی حد سے بڑھی ہوئی معاصرانہ چشمک دکھائی دیتی ہے اور دونوں نے ایک دوسرے پر سرقہ اور اخذ وتقلید کے الزامات عائد کیے ہیں۔ اس چٹھی نما عریضہ کا آغاز یوں کیا گیا ہے:

''معروضہ سراپا گناہ، رُوسیاہ، عجز بنیاد، درگا پرشاد، ــــــ۔ بخدمت فیض درجت، شرافت پناہ، لیاقت دست گاہ جناب حکیم محمد فصیح الدین صاحب رئیس میرٹھ موجدِ تذکرہ نویسیِ زنانہ، یکتائے زمانہ متخلص بہ رنج نکتہ سنج سلمہ اللہ تعالیٰ! حضور نے کمال عنایت فرمائی جو ہیچ مدان کی یاد دل سے نہ بھلائی۔ ۱۲۹۹ھ قدسی میں جو آپ نے تیسری مرتبہ ترمیم فرما کر اپنی ''بہارستان ناز'' چھپوائی تو اس میں کئی جگہ ''چمن انداز'' کو بخطاب 'روایاتِ چمن انداز' زیب تحریر فرمایا۔ شاید آپ کو کامل نسخہ ہاتھ نہ آیا اور نہ 'گلشن انداز' حضور کے ملاحظے سے گذرا۔۔۔'' (۵)

اس سے قبل ''بہارستان ناز'' کی اشاعت سوم (۱۸۸۲ء) میں جو تیرہ صفحات کی اضافی تحریر شامل کی اس میں دیگر مباحث کے ساتھ ''چمن انداز'' اور اس کے مصنف کو خاص طور پر نشانہ بنایا۔ رنج نے درگا پرشاد پر شدید تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ انھوں نے ''بہارستانِ ناز'' سے اذکار چُرائے ہیں:

''اس تذکرے کو کھرچ کھرچ کر کچھ فرضی اور خیالی شاعرہ کا کلام خود ہی گھڑ کے

عاصی کی رِیس پر کچھ کاغذ سیاہ کریں گے۔'' (٦)

اس قسم کے تنقیدی بیانات سے درگا پرشاد بہت نالاں ہوئے اور انھوں نے حساب چکانے کے لیے یہ عریضہ تحریر کیا۔ اس میں وہ مزید لکھتے ہیں:

''بہ نظر انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ بندگان حضور نے ''چمن انداز'' سے کیا کچھ نہیں لیا؟ اس کے سوا حضور اس کام کے بقول اپنے موجد ہیں۔ بندہ مقلد۔ ہیچ مدان نے کہیں تصنیف کا دعویٰ نہیں کیا اور تالیف کے معنی یہی ہیں کہ کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔'' (٧)

غم وغصہ سے بھرپور اس تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درگا نے محض بحث برائے بحث نہیں کی بلکہ نہایت مدلل انداز میں رنجؔ کے اعتراضات کو رد کیا ہے۔ انھوں نے خود کو مصنف کی بجائے مؤلف قرار دے کر بھی بہت اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔ اس عبارت میں مصنف نے اپنے تذکرے کو 'رسالہ' کہا ہے حالانکہ رسالہ اور تذکرہ میں فرق ہوتا ہے۔

''بہارستانِ ناز'' میں حکیم فصیح الدین رنجؔ نے مبالغہ آمیز انداز میں اپنے تذکرے کی تعریف اور اپنی محنت شاقہ کا بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

''غرض کہ اس تصور میں سینکڑوں تذکرے دیکھ ڈالے۔ جا بجا سے ڈھونڈ کے نکالے مگر کوئی تذکرۂ خاص مستورات کا نہ پایا۔'' (٨)

درگا پرشاد اس دعوے کو یوں رد کرتے ہیں:

''جناب نے ان تذکروں کی فہرست ارقام نہ فرمائی۔ سینکڑوں تذکرے تو شاید کل ہندوستان کے کتاب خانوں میں بھی نہ ملیں گے۔ آپ کے دیکھنے میں کہاں سے آئے؟ ہاں کسی چھپے ہوئے تذکرے کے سینکڑوں نسخے کسی مطبع وغیرہ میں دیکھ لیے ہوں گے۔۔۔'' (٩)

''چمن انداز'' اور ''گلشنِ ناز'' کے یکجا تذکرے میں بشمولِ ضمیمہ کُل تین سو شاعرات کا ذکر ہے جبکہ ''بہارستانِ ناز'' میں شاعراتِ مذکور کی تعداد ایک سو چوہتر ١٧٤ ہے۔ اس حقیقت کے آشکار ہونے سے حکیم رنجؔ کا 'کھُرچن' والا طنز بے معنی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نادرؔ پر مقلد اور سارق کا الزام لگانا درست نہیں۔ صرف شاعرات پر مکمل تذکرہ لکھنے کے معاملے میں حکیم رنجؔ یقیناً مبتدی کہلائے جا سکتے ہیں اور نادرؔ نے ان کے تذکرے کو سامنے رکھ کر بعد میں 'مرات خیالی' تالیف کیا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ''بہارستانِ ناز'' کی اشاعت ثالث میں رنجؔ نے بھی نادرؔ کے تذکرے سے استفادہ کیا اور تاریخ کو محفوظ کرنے کی بابت ان دونوں کا ہی رویہ نامناسب نہیں ہے۔ سرقہ کا الزام ادبی تصانیف میں اس وقت لگایا جا سکتا ہے جب عبارت لفظ بہ لفظ نقل کی جائے اور جملے ہو بہو لکھ دیے جائیں، تاریخی

واقعات یا کسی شخص کے احوال تو جوں کے توں ہی رہنے چاہییں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی تو تاریخی خیانت قرار پائے گی۔''بہارستان ناز'' میں 'کنیز' کے تذکرے میں رنجؔ نے درگا پرشاد کے تعارفِ کنیز کو لطیفہ قرار دے دیا اور طنز و تشنیع کے خوب تیر چلائے:

''لطیفہ: ہمارے تذکرے مطبوعہ ۱۸۶۹ء میں یہ صفحہ ۴۹ اس شاعرہ کی نسبت عبارت محررۂ بالا جس کو اب مکرر، جلی قلم سے ہم لکھتے ہیں اس طرح ہے: 'کنیز تخلص کنیز فاطمہ بیگم نام، دختر خورد نصرت الدولہ بہادر الخ لکھی ہے۔ اس ہمارے تذکرے کی عبارت بدل کر اپنی ردیات میں ایک صاحب طاق کو آلہ کہنے والے بھولے بھالے ''چمن انداز'' میں یوں لکھتے ہیں۔۔۔۔''کنیز تخلص ہے فاطمہ بیگم نامی نصرت الدولہ اور لکھنوی کی چھوٹی بیٹی کی لونڈی فقط آنکھ بند کر کے اگر یہ عبارت کوئی سنے تو مجذوب کی بڑ سمجھے، کیا مہمل، بے معنی، مکروہ عبارت ہے۔ اب لطیفہ یہ ہے کہ کنیز فاطمہ بیگم ایک پورا نام ہے جس کے دو ٹکڑے کر دیے۔۔۔آج ایک مجمع میں صاحب ''چمن انداز'' کی یہ عبارت پڑھی جاتی تھی اور واللہ ہنسی کے مارے سب کے پیٹ میں بل پڑتے جاتے تھے۔۔۔''(۱۰)

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکیم رنجؔ نے ''چمن انداز'' اور اس کے مصنف پر بے جا اور ضرورت سے زیادہ تنقید کی ہے۔ اگر رنجؔ کا خیال کنیزؔ کے نام کے بارے میں درست بھی ہو اور نادر نے اس کی تفہیم میں غلطی بھی کی ہو تو محض ایک التباس لفظی کو لطیفہ قرار دینا بہت غیر ادبی رویہ ہے اور اس طرح کی غلطی پر سامعین کا تبسم زیرِ لب تو ہو سکتا ہے لیکن ہنس ہنس کر پیٹ میں بل نہیں پڑ سکتے۔ ناموں کے پڑھنے اور لکھنے کے بارے میں ناقدین کا رویہ عام طور پر بہت نرم ہوتا ہے اور اس قسم کی غلطی میں معافی کی گنجائش دیگر الفاظ کی نسبت کافی زیادہ ہوتی ہے۔ رنجؔ کے تنقیدی بیانات کے جواب میں نادرؔ بھی انھیں مزخرفات قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجھے اس مزخرفات سے کچھ بحث نہیں ہے۔ اپنا مذہب صلح کُل ہے۔''(۱۱)

اگر ہم ان دونوں معاصر ادیبوں کے تنازعے کا تفصیلی جائزہ لیں اور فریقین کے بیانات پر منصفانہ غور کریں تو رنجؔ کی زیادتی ثابت ہوتی ہے اور درگا پرشاد نادر نے نسبتاً نرم اور مہذب لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے خود پر لگنے والے اعتراضات کے مدلل جوابات تحریر کیے ہیں۔

''بہارستان ناز'' میں رنجؔ نے شاعرات کا تعارف اور کلام جس انداز سے پیش کیا ان میں سے کچھ پر نادرؔ نے مدلل بحث کی ہے اور اعتراضات لگائے ہیں۔ ان شاعرات میں آرائشؔ، اسیرؔ، اشکؔ، بسم اللہ، حجابؔ، منجھو خانمؔ، کنیزؔ، ماہ لقا اور نازکؔ تخلص رکھنے والی دو شاعرات شامل ہیں۔

اس ادبی تنازعے اور معاصرانہ چشمک کی بہتر تفہیم کے لیے ہم ''بہارستان ناز'' کی اُن متعلقہ

تحریروں کو بھی یہاں نقل کرتے ہیں تا کہ نادؔر کے مدلل جوابات ہمیں اچھی طرح سے سمجھ آ سکیں۔''بہارستان ناز'' میں آرائشؔ کے تذکرے میں رنجؔ لکھتے ہیں:

''آرائش تخلص، نام مرغوب اس کا کلام ہے۔۔۔۔ اس تذکرے کو نگاہِ بد سے بچانے کا ٹیکا ہے۔''(۱۲)

نادؔر: ''چمن انداز'' کی ردی سے آرائشؔ کا نام مرغوب کلام لے کر آپ نے ناحق اپنی کتاب کی آرائش بگاڑی ہے۔(۱۳)

رنجؔ: (اسیرؔ)''ایک مقطع کے سوا باقی کلام اس کا بکائن کا پھول ہے۔(۱۴)

نادؔر: اسیرؔ کا بکائن کا پھول آپ کی کتاب میں نہ سما سکا، تعجب کا مقام ہے کہ ''چمن انداز'' کی ردی سے اس کا دوسرا شعر لیا پہلا چھوڑ دیا۔ تیسرا آج تک اغلب کہ نظر مبارک سے نہ گذرا ہوگا پھر کس طرح آپ اس کے باقی کلام کو بکائن کا پھول قرار دے سکتے ہیں۔(۱۵)

رنجؔ: ''(اشکؔ) تخلص نامعلوم الاسم، والا کیفیت، مولف ردیات ''چمن انداز'' لکھتا ہے کہ دہلی کی کوئی شہزادی والا تبار ہے۔ الا یہ قول اس کا کب قابل اعتبار ہے۔ یہ ساری غزل راقم کے اکثر تا بگوش پہنچی ہے۔ فی الحقیقت اور کسی شاعر کی ہے جس کے یہ اشعار کسی ہندو صاحب نے اس شاعرہ کے نام پر لکھے ہیں۔''(۱٦)

نادؔر: اشکؔ کی نسبت جو تحریر ہے، صرف دعوئ بے دلیل کی تقریر ہے اپنے بیان صداقت کا ثبوت تو دیا ہوتا۔(۱۷)

رنجؔ: (بسم اللہ) انعام اللہ شاعرِ غیر مشہور کی شاگردی میں دم مارتی ہے۔''(۱۸)

نادؔر: بسم اللہ کے بیان میں منشی انعام اللہ بیگ صاحب کو غیر مشہور جو آپ نے لکھا ہے مجھے نہیں معلوم کہ شہرت سے آپ کی کیا غرض ہے۔ دہلی کے مشاعروں میں ان کی غزلیں پڑھی گئیں اور چھبیس (۲٦) اخباروں میں بھی چھپیں۔ دہلی کے مدرسۂ سرکاری میں یہ صاحب ہوش مدرّس فارسی ہیں۔ عالی خاندان والا دودمان ہیں۔ آپ ان سے ناواقف ہیں تو کیا یہ غیر مشہور ہیں۔''(۱۹)

رنجؔ: ''(حجابؔ) یہ شاعرہ ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئی، دروغ برگردن راوی ''چمن انداز'' والا لکھتا ہے کہ اس کا دیوان چھپ گیا ہے۔''(۲۰)

نادؔر: حجاب تخلص، نواب بیگم نام صاحبِ دیوان کے بیان میں جو حضور نے ''چمن انداز'' کی ردی سے لکھا ہے کہ دروغ برگردن راوی، شاید اس میں بندگان حضور کو شبہ رہا ہے کیوں کہ اوروں کا حال و مقال جو ''چمن انداز'' سے لیا وہ سب راست راست سمجھا گیا۔ صرف اسی میں شک رہا جو یہ فقرہ سنایا گیا۔ مقتضائے تحقیق تو یہ تھا کہ آپ تحقیق فرماتے اپنا شبہ مٹاتے۔ میرا قصور

جتاتے، جیسا کہ میں نے حیاؔ کے بیان میں جناب کی حظ ظاہر کی تھی۔'' (۲۱)

رنجؔ: ''(منجھو خانم۔ کنیزؔ) یہ رباعی اس کی آویزۂ گوش ارباب ذوق ہے۔

دستِ الہ نام ترا یا شاہ
اس غیر کے ہاتھ پر نہ رکھ میری نگاہ
تیری ہو کنیزؔ غیر کی دست نگر
لاحول ولا قوت الا باللہ'' (۲۲)

نادرؔ: ''منجھو خانم کنیزؔ کی رباعی جو حضور نے زیب ارقام فرمائی ہے۔ وہ دراصل میر علی اوسط صاحب رشک کی ہے۔ ان کا دیوان نظم مبارک (۱۲۵۳ھ) ملاحظہ فرمایئے۔ چوتھی دفعہ کی ترمیم میں اس کی تحریر سے بھی ہاتھ اٹھایئے۔'' (۲۳)

رنجؔ: ''فریدن۔ جامع ردیات ''چمن انداز'' اس رنڈی کی نسبت میرٹھ کی سکونت اور ۴۵ برس گذرے کہ آنا اس کا دہلی میں اور دکھانا اپنے اشعار کا کسی حافظ صاحب کو اور زندہ رہنا غدر تک لکھتے ہیں۔ سبحان اللہ دروغ گویم برروئے تو جھوٹے کے منہ۔۔۔'' (۲۴)

نادرؔ: فریدنؔ کے باب میں جو کچھ ارشاد ہوا، بجا و درست ہے۔ کیونکہ حضور خاص وہاں کے رئیس ابتدائے آبادی سے شہر میرٹھ کی رنڈیوں کی فہرست آپ کے ہاں تیار ہو گی۔ بندے نے جیسا سنا تھا لکھ دیا تھا بالفرض اگر غلط ہے تو بقول آپ کے دروغ برگردن راوی۔

رنجؔ: ''(ماہ لقاؔ) یہ ایک شعر اس کے اشعار سے منتخب ہوا'' (۲۵)

نادرؔ: ''بخدا سچ سچ کہنا کہ اس کے کتنے اشعار نظر مبارک سے گذرے تھے جن میں سے یہ منتخب ہوا۔ بندے کو تو صرف اس کا یہی شعر ہاتھ آیا تھا۔ وہی ''چمن انداز'' میں لکھ دیا تھا جس کی ردی سے حضور نے نقل کر لیا ہے یہ چوری اور سینہ زوری نہیں تو کیا ہے۔'' (۲٦)

رنجؔ: ''(نازکؔ) امام خان مطرب کی ترغیب سے خوب ناچنے گانے لگی۔ مناجان رنڈی کے ڈیرے میں آنے جانے لگی۔ پھر اپنا گھر جدا بنا لیا۔۔۔۔ کئی سال سے کسی بھلے مانس کے گھر میں بیٹھ رہی۔ اب بھی کفن کا لالچ ہے۔ باور فرمایئے گا جھوٹ نہیں، سب سچ ہے۔'' (۲۷)

نادرؔ: نازکؔ تخلص فتن جان نام پر تحریر ہے کہ مناجان رنڈی کے ڈیرے میں آنے جانے لگی۔ ''جناب عالی! وہ تو اس کے ڈیرے میں آ کر آباد ہو گئی اور ''چمن انداز'' کے چھپنے تک مناجاں کے پاس رہی بلکہ اس کے بعد مناجان کی تجہیز و تکفین بھی خود ہی کی۔ آپ نے ناحق ''چمن انداز'' کے اس فقرے کو بدلا کہ مناجان والدۂ فتن جان متوفی کے ڈیرے میں آئی۔ غرض اس کا بیان آپ نے خلاف واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ اس پر آپ لکھتے ہیں کہ: ''باور فرمایئے گا جھوٹ نہیں سچ ہے۔ یہ اشعار اس کی زبانی سنے ہوئے تحریر ہیں۔'' سبحان اللہ چہ دلاور

ست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔۔۔'' (۲۸)

حکیم فصیح الدین رنجؔ کے ''بہارستان ناز'' طبع ثالث میں ''چمن انداز'' پر کی گئی شدید تنقید کے مفصل جوابات کے بعد نادرؔ نے ''بہارستان ناز'' میں کتابت کی بہت سی اغلاط کی نشان دہی کرتے ہوئے عریضے کے آخر میں یوں رقم طراز ہیں:

''جناب حکیم صاحب! یہ سات آٹھ غلطیاں ''بہارستان ناز'' مطبوعہ دفعہ ثالث کی صرف اس سبب سے نمونے کے طور پر گذارش ہوتی ہیں کہ باوجود اس قدر کوشش وسعی کے بھی مطبع کے کارپرداز جیسی کہ چاہیے صحت نہیں کرتے۔آپ تو خود وہاں رونق افروز تھے۔جس قدر صحت ہوتی کم تھی اور جس وقت کہ میرا ''چمن انداز'' چھپا تھا۔میں لاہور میں تھا اور کتاب دہلی میں چھپی تھی۔پھر بھی حضور کو اس میں بجز ایک اس (یہ اور) لفظ کے اور کوئی گرفت کا موقع نہ ملا۔گو اپنی ہٹ دھرمی سے آپ نے فریدن اور کنیز کے بیان میں اپنے دل کا غبار نکال لیا۔خوب ہوا کہ میں عاقبت کی بازپُرس سے بری ہوگیا۔اب زیادہ گوئی یاوہ گوئی سمجھ کر سلام عرض کرتا ہوں اور اس کا انصاف منصف مزاجوں سے چاہتا ہوں۔

تحریر تاریخ ۲۰ نومبر ۱۸۸۲ء

الراقم

درگا پرشاد نادر'' (۲۹)

درگا پرشاد نادرؔ کی خواہش کے مطابق جب ہم اس سارے قضیے کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ حکیم رنجؔ نے نادر کے بارے میں زیادہ شدید اور معاندانہ رویہ اختیار کیا، جبکہ نادرؔ نے ایک تو دلیل کے ساتھ رنجؔ کے اعتراضات کو رد کیا، دوسرے انھوں نے تہذیب کا دامن نہیں چھوڑا اور اعتراضات کا جواب حتی المقدور شائستگی سے دینے کی کوشش کی۔ یہ مراسلہ ''چمن انداز'' کے آخر میں فروری ۱۸۸۴ء کو شائع کیا گیا۔نادرؔ نے اس کا ایک نسخہ خود حکیم فصیح الدین رنجؔ کو بھیجا جسے رنجؔ نے ۲۔اپریل ۱۸۸۴ء کو وصول کیا، درگا پرشاد نادرؔ نے ابوالقاسم محتشم مولف تذکرہ ''اختر تاباں و ماہ درخشاں'' کے نام ایک مطبوعہ مراسلے میں اس تنازعے کے بارے میں یوں اظہارِ خیال کیا:

''غور فرمایئے کہ جب ''بہارستان ناز'' دو دفعہ چھپ چکی تو بندے نے گلشن ناز اور چمن انداز تیار کیا۔اس میں جہاں موقع پایا۔بہار مستور کی غلط بیانی دکھائی مگر کہیں بدتہذیبی کی عبارت نہیں لکھی مگر اس کے مولف نے پھر تیسری دفعہ اپنی کتاب کو ترمیم فرما کر چھپوایا جس میں اس جاہل مطلق کی نسبت جو دل میں آیا حوالۂ قلم کیا، پس خاکسار نے بھی اپنے تذکرے کے دونوں حصے بدستور بہ

ایزادی تکملہ و تیاری ضمیمہ مع ایک عریضہ چھپوا کر جناب حکیم صاحب مرحوم مولف بہار کو نذر کیا۔ چنانچہ ان کی دستخطی رسید بھی میرے پاس موجود ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''تذکرۃ النساء'' جمال جہاں آرا بر رخ نظارگیان کشود مشکور عطیۂ مصنف نے بدل منشی درگا پرشاد شدم، ۲۔اپریل ۱۸۸۴ء'' مگر پھر صدائے نہ برخواست۔'' (۳۰)

اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ رنجؔ نے اپنی زندگی ہی میں نادرؔ کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا دیا تھا اور ان کی موت (۳۱ مارچ ۱۸۸۵ء) نے تو اس جھگڑے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر ڈالا۔ ورنہ ایک خدشہ ضرور تھا کہ ''بہارستان ناز'' کی اگلی اشاعت میں یہ تنازعہ مزید طول پکڑ جاتا۔

درگا پرشاد نادر نے اس دور کے رجحان کے پیشِ نظر کمال دل چسپی سے یہ تذکرہ مرتب کیا جس سے بہت سی خواتین کے نام اور کلام تاریخ میں محفوظ ہو گیا لیکن اس کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ تالیفِ تذکرہ کے دوران مصنف کا دھیان شاعرات کی طرف زیادہ اور ان کے کلام کی طرف کم تھا۔ چنانچہ انھوں نے شاعری کی طرف نہایت سطحی انداز میں توجہ کی۔ اس تذکرہ کی حیثیت کا تعین کرتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری یوں رقم طراز ہیں:

''اس تذکرے سے معاشرتی زندگی کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے لیکن اس کی تنقیدی حیثیت کچھ نہیں ہے۔'' (۳۱)

حوالہ جات

۱۔ نادرؔ، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، دہلی: اکمل المطابع، ۱۸۸۴ء، ص: ٦

۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۸ء، ص: ۵۳۹

۳۔ نادرؔ، درگا پرشاد، چمن انداز، دہلی: مطبع فوق کاشی، ۱۸۸۴ء، ص: ۱۵

۴۔ ایضاً، ص: ۱۵

۵۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص: ۱۷۱

٦۔ رنجؔ، فصیح الدین حکیم، بہارستانِ ناز، مرتبہ: خلیل الرحمن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹٦۵ء، ص: ٦۸

۷۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص: ۱۷۲

۸۔ رنجؔ، فصیح الدین حکیم، بہارستانِ ناز، مرتبہ: خلیل الرحمن داؤدی، ص: ٦۹

۹۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص: ۱۷۳

۱۰۔ رنج، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، مرتبہ: خلیل الرحمن داؤدی، ص: ۱۹۰

۱۱۔ ایضاً، ص: ٦۷

۱۲۔ ایضاً، ص: ۹۹

۱۳۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۳

۱۴۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۱۰۰

۱۵۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۳

۱٦۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۱۰۴

۱۷۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۳

۱۸۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۱۰۷

۱۹۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۴

۲۰۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۱۳۳

۲۱۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۴

۲۲۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۱۸٦

۲۳۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۴

۲۴۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۱۸۲

۲۵۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۲۰٦

۲٦۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۵

۲۷۔ رنجؔ، فصیح الدین، حکیم، بہارستان ناز، ص:۲۱۹

۲۸۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷۵

۲۹۔ نادر، درگا پرشاد، تذکرۃ النسا نادری، ص:۱۷٦

۳۰۔ نادر، درگا پرشاد، مراسلہ بنام ابوالقاسم محتشم، مشمولہ: اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، از ڈاکٹر فرمان فتح پوری، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص:۵۴۸

۳۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ص:۵۵۰

☆......☆......☆